سترہواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورۃ الانبیاء

سترہویں پارہ کا آغاز سورۃ الانبیاء سے ہورہا ہے، اس سورت میں ۱۱۲ آیات اور ۷ رکوع ہیں، اس سورت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں تقریباً ۱۷ انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر آیا ہے، صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''سورۂ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء نزول کے اعتبار سے پہلی اور میری قدیم دولت اور کمائی ہیں'' سورۃ الانبیاء کے اہم مضامین درجِ ذیل ہیں۔

(۱) سورۃ الانبیاء کی ابتداء میں دنیا کی زندگی کے زوال کی تصویر کشی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کا وقوع اور حساب کا وقت بہت قریب آ گیا ہے لیکن اس ہولناک دن سے انسان غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ (آیت ۲) نہ اس کے لیے تیاری کرتے ہیں، نہ ہی ایسے اعمال کرتے ہیں جو وہاں کام آئیں گے، ان کے سامنے جب بھی کوئی نئی آیت آتی ہے اس کا مذاق اُڑاتے اور اسے جھٹلا دیتے ہیں، وہ جانتے ہی نہیں کہ اس عظمت والے کلام کو کیسی سنجیدگی، وقار اور عاجزی کے ساتھ سننا چاہیے۔

(۲) مشرکین آپس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ شخص جو رسالت کا دعوے دار ہے یہ رسول نہیں ہے بلکہ تمہارے جیسا ایک انسان ہے اور یہ دوسرے انبیاء جیسے مادی معجزات کے پیش کرنے سے عاجز ہے، قرآن نے جواب دیا ہے کہ جتنے بھی انبیاء پہلے آئے ہیں وہ سب کے سب انسان تھے، کھاتے پیتے تھے اور دوسرے انسانی تقاضے بھی پورے کرتے تھے، کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں تھا جو بشری تقاضوں سے پاک ہو، جہاں تک معجزات کا تعلق ہے تو قرآن سے بڑا معجزہ کون سا ہو سکتا ہے، اس کے وجوہِ اعجاز میں سے ایک

اہم وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کے آئینہ میں مختلف عقائد وخیالات اور اخلاق واعمال کے لوگ اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں، اس میں ہر قوم اور ہر شخص کا تذکرہ موجود ہے، کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟ (آیت-۱۰)

مشہور تابعی اور عرب سردار حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے یہی آیت پڑھ دی، وہ چونک پڑے اور کہا ذرا قرآن مجید تو لانا، میں اس میں اپنا تذکرہ تلاش کروں اور دیکھوں میں کن لوگوں کے ساتھ ہوں اور کن لوگوں سے مجھے مشابہت ہے، وہ قرآن کے اوراق الٹتے رہے اور سعادت مندوں کا تذکرہ ہے جن میں سے کسی نے جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کردی، کسی نے سارا مال خرچ کردیا، کوئی رات بھر بستر سے جدا رہتا ہے اور کوئی برائی کے قریب بھی نہیں پھٹکتا، پھر وہ آیات پڑھیں جن میں مشرکوں، کافروں، منافقوں اور فاسقوں کا ذکر ہے دونوں قسم کی آیات پڑھنے کے بعد وہ کہہ اٹھے کہ اے اللہ! میں ان دونوں گروہوں میں سے نہیں ہوں، پھر انہوں نے سورۂ توبہ کی وہ آیت پڑھی جس میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جن سے گناہ بھی ہوئے اور انہوں نے نیک اعمال بھی کئے، یہ آیت کریمہ پڑھ کر وہ پکار اٹھے کہ ہاں یہ میرا تذکرہ ہے یوں بالآخر انہوں نے قرآن میں اپنا تذکرہ تلاش کر ہی لیا۔ مشرکین کی مضحکہ خیز اور حماقت آمیز حرکتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ قرآن کے بارے میں کسی ایک رائے پر متفق نہ تھے، کبھی کہتے کہ یہ سحر ہے، کبھی کہتے یہ شعر ہے، کبھی کہتے یہ خواب پریشاں ہے، کبھی اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا افتراء بتاتے اور کبھی کسی سے سیکھا ہوا کلام قرار دیتے، ان کے اضطراب اور اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے'' بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن خوابِ پریشان ہے، بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے، بلکہ یہ شاعر (اور قرآن شعر) ہے تو جیسے (مادی) معجزات پہلے انبیاء لے کر آئے تھے اسی طرح یہ بھی لائے''۔ (۵) اس کے بعد قرآن نے مشرکین کو ان ظالم قوموں کے انجام کی طرف متوجہ کیا ہے

جنہیں اللہ نے بصارت اور بصیرت رکھنے والوں کے لئے عبرت کا سامان بنادیا، ان تباہ شدہ قوموں نے جب عذاب الٰہی کے آثار دیکھے تو بھاگ نکلنے کی کوشش کی لیکن اللہ نے انہیں مہلت نہ دی اور انہیں راکھ کا ڈھیر بنادیا۔(۱۱-۱۵) ان سے کہا گیا اب بھاگنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ واپس لوٹو اسی عیش وعشرت کی طرف جس نے تمہیں مدہوش کر رکھا تھا، انہی بلند وبالا مکانات کی طرف جن پر تمہیں بڑا ناز تھا، انہی قصبوں اور محلوں کی طرف جہاں تم اکڑ اکڑ کر چلا کرتے تھے، وہاں جاؤ تا کہ جب سوال کرنے والے تم سے نزولِ عذاب کے منظر کے بارے میں سوال کریں تو تم انہیں جواب دے سکو، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات انہیں استہزاء اور تذلیل کے طور پر کہی گئی تھی۔

(۳) کائنات کی اس کھلی ہوئی کتاب میں رب العالمین کی وحدانیت کے بے شمار دلائل بکھرے ہوئے ہیں، اس کائنات میں ارض وسماء، شمس وقمر اور لیل ونہار وغیرہ کی صورت میں جو کچھ بھی ہے اسے اللہ نے لہو ولعب کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ حکمت کے تحت اور اس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے کہ انسان اس میں غور وفکر کرے اور عبرت حاصل کرے، اس عالمِ رنگ وبو کی ہر چیز اللہ کی اطاعت اور تسبیح لگی ہوئی ہے، سوائے کافر انسان کے جس نے اپنا وتیرہ غفلت اور سرکشی کو بنالیا ہے۔(۱۶-۲۰)

(۴) مشرکین جو کہ اللہ کو چھوڑ کر جمادات کے سامنے جھکتے تھے، انہیں زجر وتوبیخ کی گئی ہے اور ان سے اس پر دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ واقعی یہ بت عبادت کے مستحق ہیں۔(۲۱-۲۴) ظاہر ہے ان کے پاس اپنے شرک اور بت پرستی کے جواز پر نہ کوئی عقلی دلیل تھی اور نہ نقلی دلیل تھی۔

چھ دلائل:

(۵) مشرکین کے باطل نظریات کی تردید کے بعد ایک خالق اور قادر کے وجود پر چھ دلائل ذکر کئے گئے ہیں، یہ سب کے سب تکوینی دلائل ہیں جن کا نظروں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور جن کی حقیقت کو بحث اور تحقیق کے بعد اہلِ علم نے تسلیم کیا ہے۔

پہلی دلیل یہ دی کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے، ہم نے دونوں کو جدا جدا کر دیا، آسمان کو فرشتوں کو مسکن بنا دیا اور زمین کو انسانوں کا، قرآن نے جو آسمان اور زمین کے جڑے ہونے کا نظریہ پیش کیا اسے نہ عرب جانتے تھے اور نہ ہی اس وقت کی دوسری (معاصر) اقوام میں سے کوئی قوم اس نظریہ سے باخبر تھی، ابھی تقریباً دوسو سال ہوئے کہ ارضیات اور فلکیات کے ماہرین طویل تجربات اور مشاہدات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سارے سیارے خواہ وہ سورج اور ستارے ہوں یا زمین اور چاند، یہ سب آپس میں ملے ہوئے تھے، پھر یہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے، جبکہ قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت بلا خوفِ تردید بیان کر دی تھی، اسے قرآن کے معجزہ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

دوسری دلیل یہ دی ہے کہ ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنالیا ہے، یہ ایک عظیم انکشاف تھا کہ جو کہ اُمّی کی زبان سے کروایا گیا اور آج دنیا بھر کے اہلِ علم تسلیم کرتے ہیں کہ تمام زندہ اشیاء کے وجود میں پانی کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے، پانی کے بغیر زندگی محال ہے، خواہ حیوان ہوں یا درخت اور پودے سب پانی کے محتاج ہیں، آپ چاند کو دیکھ لیجئے وہ اپنی بناوٹ میں زمین کے مشابہ ہے لیکن وہاں پانی نہیں ہے اس لئے اس کی سطح پر زندگی ناممکن ہے۔

تیسری دلیل یہ دی کہ ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تا کہ لوگوں (کے بوجھ) سے زمین ہلنے نہ لگے، اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو زمین مسلسل زلزلوں اور اضطرابات کی زد میں رہتی اور زمین کی تہہ میں جو آگ بھڑک رہی ہے اس سے حفاظت نہیں ہو سکتی تھی، اب بھی دنیا میں کہیں کہیں ایسے آتش فشاں پہاڑ پائے جاتے ہیں جن کے ذریعے گویا کہ زمین کبھی کبھی سانس لیتی ہے اور اس میں بھڑکنے والی آگ باہر دکھائی دیتی ہے، اگر زمین کی جلد سخت نہ ہوتی اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ نہ ہوتا تو یہ آگ زندگی محال کر دیتی۔

چوتھی دلیل یہ دی کہ ہم نے زمین میں کشادہ راستے بنائے ہیں تا کہ لوگ ان پر چلیں، آپ ہموار میدانوں کو چھوڑیں، پہاڑی سلسلوں ہی کو دیکھ لیجئے جو ملک در ملک چلے جاتے ہیں لیکن

اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان کشادہ وادیاں اور راستے رکھے ہیں جن کی وجہ سے انسانوں کو اپنے اسفار میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

پانچویں دلیل یہ دی ہے کہ ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا ہے، اس چھت میں لاکھوں ستارے، سورج اور چاند ہیں جو اپنے اپنے مدار میں انتہائی تیز رفتاری سے گھوم رہے ہیں، نہ ان میں ٹکراؤ ہوتا ہے اور نہ ہی وہ خلط ملط ہوتے ہیں، اگر ایک ستارہ بھی اپنے مدار سے ہٹ جائے تو نظام عالم میں خلل واقع ہو جائے، تو وہ کون ہے جو اس سارے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے اور کسی کو بھی ایک مخصوص رفتار اور راستے سے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتا؟ کیا لات و ہبل؟ کیا عزّٰی اور منات؟ نہیں، رب العالمین کے سوا کوئی نہیں۔

چھٹی دلیل تکوینی دلائل میں سے یہ دی ہے کہ رات اور دن، سورج اور چاند کو اللہ نے بنایا ہے، یہ سب آسمان میں تیر رہے ہیں جیسے مچھلی پانی میں تیرتی ہے، انہیں یکے بعد دیگرے آنے جانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی، اور یہ کبھی رکتے بھی نہیں، مسلسل چلتے رہتے ہیں حرکت ہی میں ان کی زندگی ہے۔ (۳۰-۳۳) رات اور دن، سورج اور چاند، نجوم اور افلاک کی حرکت کا نظریہ قرآن نے اس وقت پیش کیا تھا، جب اس حوالے سے بڑے بڑے باخبر بھی بے خبر تھے، اس قرآنی نظریہ کی علم جدید تائید کر رہا ہے، سائنس دانوں نے تو رصدگاہوں اور جدید ترین مشینوں سے لیس لیبارٹریوں میں برسہا برس کی تحقیق کے بعد اس علمی حقیقت کو دریافت کیا تھا مگر سوال یہ ہے کہ وہ نبی امی جسے لکھنا پڑھنا بھی نہیں آتا تھا اس کے پاس وحی کے سوا کون سا راستہ تھا جس کے ذریعے خبریں پا کر وہ پوری دنیا کو باخبر کر رہا تھا، کیا نبی امی کی مبارک زبان سے ان حقائق کا بیان ہونا اس کی صداقت کی دلیل نہیں؟ یقیناً ہے مگر اس دلیل کو تسلیم کرنے کے لئے آنکھوں سے تعصب اور عناد کی پٹی اتارنا ضروری ہے۔

(٦) توحید، نبوت، معاد اور حساب و جزاء پر دلائل دینے کے بعد ۷ انبیاء علیہم السلام کے قصے ذکر کئے گئے ہیں یعنی حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت

اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسماعیل ، حضرت ادریس ، حضرت ذوالکفل ، حضرت یونس ، حضرت زکریا ، حضرت یحیٰی اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام (آیت ۴۸-۹۱) ان تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی وہ یہ کہ "جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی۔" (۹۴) ان ۱۷ انبیاء میں سے چھ کے قصے قدرے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہیں دعوتِ توحید اور تردیدِ شرک کی وجہ سے دہکتی ہوئی آگ میں گرادیا مگر اللہ نے اس کی حفاظت فرمائی۔ (۲) آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام جنہیں ایک بدترین قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ (۳) حضرت نوح علیہ السلام جنہیں ان کی طویل عمر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبر وتحمل کرنے کی وجہ سے شیخ الانبیاء بھی کہا جاتا ہے انہوں نے ۹۵۰ سال تک فریضۂ دعوت سرانجام دیا۔ (۴) حضرت داؤد اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ جو دونوں نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی ، انہیں روحانی اور مادی دونوں طرح کی نعمتوں سے خوب نوازا گیا تھا۔ (۵) حضرت ایوب علیہ السلام جنہیں مصائب وآلام کے ذریعہ آزمایا گیا، انہوں نے ایسے صبر کا مظاہرہ فرمایا کہ ان کا صبر ضرب المثل بن گیا، ان مصائب وآلام میں وہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، ان کی توجہ نے رحمتِ باری تعالیٰ کو متوجہ کر ہی لیا، ان کی دُعائیں قبول ہوئیں اور دورِ ابتلاء ختم ہوگیا۔ (۶) حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا اس کے پیٹ میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پکارا، ان کی پکار سنی گئی اور انہیں غم سے نجات مل گئی، بے شک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والوں کو غم سے نجات مل ہی جاتی ہے۔

(۷) یاجوج ماجوج جن کا ذکر سورۂ کہف میں ہوچکا ہے، یہاں ان کا دوبارہ ذکر آیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے اتر رہے ہوں گے۔ (۹۶)

(۸) مشرکین اور ان کے اصنام قیامت کے دن دوزخ کا ایندھن بنیں گے اور کوئی بھی کسی

کے کام نہیں آ سکے گا۔

(۹) انبیاء متقدمین کے قصص بیان کرنے کے بعد بتایا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین اور دنیا میں سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں، آپ نے اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچا دیا مگر جب ہر قسم کے دلائل پیش کرنے کے بعد بھی لوگ نہ سمجھے تو آپ نے اللہ سے دُعا کی ''کہا اے میرے پروردگار! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے، اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو، مدد مانگی جاتی ہے۔'' اللہ نے اپنے نبی کی دُعاء قبول فرمائی اور غزوہ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو کر رہا۔

اسی دعا پر سورۂ انبیاء اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

سورۃ الحج

سورۂ حج مدنی ہے، اس میں ۷۸ آیات اور ۱۰ رکوع ہیں، چونکہ اس سورت میں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی زبان سے لوگوں پر حج کی فرضیت کا اعلان کروایا گیا ہے اس لیے اسے سورۂ حج کہا جاتا ہے۔ قارئین کرام یہ بات تو بار بار پڑھ چکے ہیں کہ مکی سورتوں میں عام طور پر عقائد سے بحث ہوتی ہے جبکہ مدنی سورتوں میں مسائل و احکام زیرِ بحث آتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مدنی سورتوں میں عقائد ذکر نہیں کیے جاتے، مذکورہ بالا اصول محض غالب مضمون کے اعتبار سے ہے، عمومی اور کلی قاعدہ ہرگز نہیں ہے، سورۂ حج ہی کو لے لیجئے، یہ اگرچہ مدنی ہے اور اس میں ہجرت و جہاد، حج اور قربانی جیسے شرعی احکام بھی ہیں لیکن اس میں مکی سورتوں والے موضوعات زیادہ ہیں یعنی عقیدہ توحید، وعید وانذار، بعث و جزاء، جنت اور دوزخ، قیامت کے مناظر اور ہولناکیاں، سورت کی ابتداء اس انداز سے ہوئی ہے کہ دل دہل جائیں اور جسم پر کپکپی طاری ہو جائے۔ ارشاد ہوتا ہے۔'' اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو! بے شک قیامت کا زلزلہ بڑا حادثہ ہے، تم اس دن دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی ہر عورت اپنے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں

گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے (اسے دیکھ کر لوگوں کے ہوش وحواس اڑ جائیں گے)۔" اس کے بعد جو اہم مضامین مذکور ہیں وہ درجِ ذیل ہیں:

(۱) قیامت کا ذکر کرنے کے بعد بعث ونشور یعنی دوبارہ زندہ ہونے پر دو وجہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

پہلا استدلال انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل سے ہے، انسان اپنی پیدائش اور تکوین میں سات مراحل سے گزرتا ہے۔

(۱) انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو بلاواسطہ مٹی سے پیدا کیا گیا، بالواسطہ ہر انسان کا مٹی سے تعلق ہے۔

(۲) ہر انسان منی اور نطفہ سے پیدا ہوتا ہے، منی خون سے، خون غذا سے اور غذا مٹی سے پیدا ہوتی ہے، مٹی اور نطفہ کے درمیان زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔

(۳) تیسرے مرحلے میں خون لوتھڑا بنتا ہے۔

(۴) چوتھے مرحلے میں بوٹی بنتی ہے، جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی ہوتی ہے۔

(۵) پانچویں مرحلے میں بچہ پیدا ہوتا ہے جو کہ حواس کے اعتبار سے کمزور ہوتا ہے۔

(۶) چھٹے مرحلے میں وہ جوان ہو جاتا ہے اور قوت وعقل کے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

(۷) ساتویں مرحلے میں یا تو وہ جوانی ہی میں انتقال کر جاتا ہے یا اتنا بوڑھا ہو جاتا ہے کہ اس پر بچپنے کا گمان ہوتا ہے۔

وہ انسان جو خود ان مراحل سے گزرتا ہے وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اللہ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں، بالخصوص آج کا انسان جو کہ جانتا ہے کہ ایک نطفہ اور جرثومہ میں باری تعالیٰ نے تمام انسانی خواص چھپا رکھے ہیں یہ معلومات رکھنے والا انسان کیسے فناء کے بعد دوسری زندگی کا انکار کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل بعث کے امکان پر یہ دی گئی ہے کہ مردہ زمین پر اللہ بارش برساتا ہے تو اس میں زندگی جاگ اٹھتی ہے اور طرح طرح کی چیزیں اگنے لگتی ہیں، جو رب مردہ زمین کو زندہ کرسکتا ہے وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرسکتا ہے۔

(۲) کچھ لوگ تو واضح طور پر گمراہ ہیں۔(۸-۱۰) اور کچھ ایسے ہیں جو مذبذب ہیں، اگر انہیں کچھ دنیوی فائدہ حاصل ہو تو عبادت میں لگے رہتے ہیں اور دین پر جمے رہتے ہیں اور اگر فائدہ کے بجائے کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑ جائے تو پیٹھ پھیر جاتے ہیں۔(۱۱) ان احمقوں نے گویا ایمان اور دین کو کرنسی سمجھ رکھا ہے جس کے کھرا یا کھوٹا ہونے کا فیصلہ وہ دنیوی نفع اور نقصان کے اعتبار سے کرتے ہیں۔

(۳) ملل اور مذاہب کا جائزہ لیا جائے تو انہیں چھ گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ☆ مسلمان، جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں اور قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔
- ☆ یہودی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی، اصحابِ تورات۔
- ☆ عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتی، اصحابِ انجیل۔
- ☆ صابی، کہا جاتا ہے کہ یہ فرقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا ستاروں کی عبادت کرتے تھے۔
- ☆ مجوس، یہ کسی آسمانی مذہب کے پیروکار نہیں تھے، سورج، چاند اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔
- ☆ مشرک، بتوں کی پوجا پاٹ کرنے والے۔ ان میں سے پانچ فرقے شیطان کے ہیں اور صرف پہلا فرقہ رحمٰن کا ہے۔ ان فرقوں کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ دیا جائے گا۔(۱۷)

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ کی تعمیر کی، اس کے بعد جبل ابی قیس پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ اعلان ارض وسما میں

رہنے والوں تک پہنچادیااور ہرکسی نے اسے سن لیا۔ حج اور شعائر حج کی مناسبت سے یہ بھی بتادیا گیاہے کہ اللہ کے محارم کی تعظیم، ایمان کی علامات میں سے ہے، جیسے نیکیوں کے کرنے میں اجرِعظیم ہے اسی طرح اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں اوراعمال سے بچنے میں بڑا ثواب ہے۔(۳۰)

(۵) حقیقی مومنوں کی چار علامات ہیں: اللہ کا خوف اور مصائب پر صبر۔ نماز کی پابندی۔ نیک مصارف میں خرچ کرنا۔(۳۵)

(۶) جانوروں کی قربانی کا حکم دینے کے بعد بتایا گیاہے کہ ان کا خون اور گوشت اللہ تک نہیں پہنچتا بلکہ اللہ تک تو بندوں کا تقویٰ پہنچتاہے (۳۷)، جس کے دل میں تقویٰ ہوگا وہ گناہوں سے بچے گا اور نیک اعمال صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے گا۔

(۷) مناسکِ حج کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو جہاد وقتال کی اجازت دی گئی ہے، کیونکہ کفار مسلمانوں کو اللہ کے دین سے اور مکہ میں داخل ہونے سے روکتے تھے، ابتداء میں اگرچہ صبر اورعفوودرگزر کی تلقین کی جاتی رہی لیکن جب مدینہ میں مسلمانوں کے قدم جم گئے اوران کی طرف سے تحمل وبرداشت کے رویہ کے باوجود مشرکین کی شرارتوں اورزیادتیوں کا سلسلہ جاری رہا تو اب انہیں سورہ حج کی اس آیت (۳۹) کے ذریعے قتال کی اجازت دے دی گئی، متعدد صحابہ اور تابعین کی رائے یہ ہے کہ تقریباً ستر آیات میں ہاتھ روک کر رکھنے کی تلقین بھی بیان کردی گئی وہ یہ کہ اگر اللہ جہاد کی اجازت نہ دیتا تو پھر دشمن خودسر ہوجاتے اوراہلِ کفر، مومنوں پر چھاجاتے جس کی وجہ سے عبادت خانے ویران ہوجاتے لیکن جب انہیں اینٹ کا جواب پتھر سے ملنے کا ڈر ہوگا تو وہ اس اقدام سے پہلے سوبارسوچیں گے (افسوس کہ آج کفار کو مسلمانوں کی طرف سے نہ اقدام کا ڈر ہے نہ دفاع کا یقین ہے اس لیے وہ جنگلی درندوں کی طرح اسلامی ممالک میں دندناتے پھر رہے ہیں)۔

(۸) دوسرے انبیاء کی طرح حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بھی دعوت پہنچادینا تھا(۴۹) آپ اپنے مقصدِ بعثت کی تکمیل میں لگے رہے اور مشرکین تمسخر، انکار اور آپ

کی دعوت میں شبہات پیدا کرنے کا کام کرتے رہے، ہر نبی کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا آیا ہے، دوسری طرف اللہ کا بھی دستور رہا ہے کہ وہ شیاطین کے پیدا کردہ وساوس اور شبہات کا ازالہ کرتا ہے۔ (۵۲-۵۳) (آج بھی اہلِ مغرب، زمانۂ قدیم کے شیاطین کے طریقے کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی عقائد اور تعلیمات میں وسوسہ انگیزی کرتے رہتے ہیں)۔

(۹) قدرتِ الٰہیہ کے دلائل بیان کرنے اور کفار کے معبودانِ باطلہ کی تردین کے بعد دوبارہ تشریعی احکام کی طرف کلام کا رخ مڑ جاتا ہے اور اہلِ ایمان کو جہاد فی سبیل اللہ، اقامتِ صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے، انہی احکام پر سورۂ حج کا اختتام ہو جاتا ہے۔

☆......☆......☆

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]